باب۔82

قرآنی آیات کی منسوخی

☆ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۔

ترجمہ: ہم جو کسی نشانی کو دور کرتے یا اس کو بُھلا دیتے ہیں تو اس کے برابر یا اس سے بہتر نشانی لاتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ : آیت106 کا حصّہ)

- حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ نے منسوخ آیتوں کی تعداد 21 مانی۔
- حضرت شیخ احمد بن عبد الرحیم (شاہ ولی اللہ دہلویؒ) نے صرف 5 آیات تک کو منسوخ مانا۔

- تفسیر صدیقی میں مولانا عبد القدیر صدیقیؒ نے ان پانچ آیتوں کی تنسیخ کے مسئلہ کو بھی رَد کیا۔(مرتب)۔
اس بارے میں آپؒ فرماتے ہیں۔

❖ میں پہلے ان دو اہم آیتوں کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں جن سے مسئلۂ ناسخ و منسوخ کے سمجھنے میں فائدہ ہو گا۔

(الف) پہلی آیت ہے: مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا،(سورۃ البقرہ : آیت106)۔

لفظ آیت کے معنی ہیں نشانی یا علامت اور اس کے معنی ، کلام اللہ کا ایک فقرہ ، بھی ہے۔ لوگ اس آیتِ شریف کے یہ معنی لیتے ہیں کہ ہم کسی آیتِ قرآنی کو منسوخ نہیں کرتے یا بُھلا نہیں دیتے، مگر اس سے بہتر آیتِ قرآنی یا اس کے مثل آیت لاتے ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن تو اللہ کے اپنے وعدے کے مطابق،إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ،(سورۃ الحجر : آیت 9) محفوظ ہے۔ لہٰذا اس کے اب تک لاکھوں حافظ چلے آرہے ہیں۔ پھر کب اور کونسی آیت بُھلائی گئی ۔۔۔؟ قرآن شریف کی ایک آیت سے بہتر دوسری آیت لانے کے معنی سمجھنا بھی بالکل

نامناسب ہے۔ لہٰذا اس کے صحیح معنی ہمارے خیال میں تو یہ ہیں کہ " ہم اپنے آثارِ قدرت ، اپنی نشانیاں اگر دور کرتے یا متغیر کرتے ہیں، یا امتدادِ زمانہ کی وجہ سے بُھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے برابر دوسری نشانی لاتے ہیں"۔۔۔ دیکھو! آثارِ قدرت کے تازہ بہ تازہ جلووں کا سلسلہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یوں اس ترجمہ پر کوئی غبار نہیں۔ یہ آیت مسئلۂ ناسخ اور منسوخ کی اصل ہے ، جان ہے۔ قرآن شریف کو دیکھیے "آیۃٍ" بہ معنی آثارِ قدرت اور نشانی سے بھرا پڑا ہے۔۔۔ لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا۔ سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا۔ فَاْتِ بِاٰيَةٍ۔ اِنَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُوْءمِنِيْنَ۔ وَ فِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۔

(ب) دوسری آیت سورۃ الکافرون کی ہے: لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔

اس کے یہ معنی کیے جاتے ہیں کہ تم کو تمھارا مذہب مبارک ، ہم کو ہمارا مذہب مبارک۔ نہ تم ہم کو تبلیغ کرو، نہ ہم تم کو تبلیغ کرتے ہیں۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت، آیتِ سیف سے منسوخ ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلام تو ہمیشہ تبلیغی مذہب رہا اور رہے گا۔ اسلام میں،بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ،(سورۃ المائدہ: آیت 67) ہے۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ - قُمْ فَأَنذِرْ ،(سورۃ المدثر: آیت 1 اور 2) ہے۔ اسلام میں عدم تبلیغ کا حکم کبھی نہیں دیا گیا۔

دیکھیے! یہاں دین کے معنی اگر جزا کے لیے جائیں تو کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ جیسے،مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کے معنی، مالکِ روزِ جزا کے ہیں۔ لہٰذا لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ' کے معنی ہیں ، تم کو تمھارے اعمال کی جزا اور ہم کو ہمارے اعمال کی جزا ضرور ملے گی۔ یوں، یہ حکم نہ کبھی منسوخ ہوا ہے اور نہ کبھی منسوخ ہو گا۔

- پوری سُورَةُ الْكٰفِرُوْنَ کے معنی ہیں۔

(اے پیغمبر!) تم کہہ دو، اے منکرو۔۔ تم جن کی پوجا کرتے ہو، میں ان کی پوجا نہیں کرتا۔۔ اور میں جس کی عبادت کرتا ہوں تم اس کی عبادت نہیں کرتے۔۔ میرا طریقۂ عبادت جدا ہے۔۔ تمھاری پوجا کا طریقہ علاحدہ ہے۔۔ تم کو تمھارے اعمال کی سزا ہو گی اور مجھ کو میرے اعمال کی جزا ضرور ملے گی۔

❖ اب اُن پانچ آیتوں پر بحث، جن کو حضرت شاہ ولی اللہؒ منسوخ ماننے پر مجبور ہوئے۔

(1) كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ، فرض کیا گیا ہے تم پر، جب تم میں سے کسی ایک کے پاس مَوت آجائے، اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے مناسب طور پر، یہ حکم پرہیز گاروں پر لازم ہے، (سورۃ البقرۃ: آیت 180)

Siddiqui Publications

لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت ، حدیث "لَاوَصِیَةَ لِوَارِثٍ" سے منسوخ ہے۔ شاہ ولی اللہ ؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ یُوصِیکُمُ اللَّـهُ فِي أَوْلَادِكُمْ،(سورۃ النساء: آیت 11) سے یہ آیت منسوخ ہے اور حدیث صرف اس کو بیان کرتی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اصل یہ ہے کہ مختلف اقوام میں ترکہ کے متعلق مختلف احکام اور وصیتیں ہوتی ہیں۔ بعض کے پاس مرنے والا جس کے لیے جو وصیت کرے قابلِ نفاذ ہے۔ بعض کے پاس صرف بڑا بیٹا وارث ہوتا ہے۔ بعض کے پاس ترکہ میں عورتوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ بالکل محروم نہیں ہو سکتے ، ان کے لیے کچھ وصیت ضرور کرنی ہے۔ گویا یہ آیت ، وراثت کی تمہید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سب کے حصے مقرر فرما دیتا ہے۔ غیر وارث رشتہ داروں ، جیسے پوتا (جس کا باپ مر گیا ہو) بیٹے کے ہوتے محروم ہے۔ نواسہ یا نواسی (جس کی ماں مر گئی ہو) لڑکی کے ہوتے محروم ہے۔ ان کے لیے باپ بھی ثلث مال سے وصیت کر سکتا ہے۔ مگر جن کے حصے ، اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں ان کے لیے مرنے والوں کو وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں ناسخ اور منسوخ کی بحث ہی کیا ہے۔۔۔؟ ایک آیت میں، بعض رشتہ داروں کی اہمیت بتلائی گئی ہے۔ اور دوسری آیت میں، ان کے حصے خود اللہ نے متعین فرما دیئے ہیں۔

(2) إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا، اگر تم میں بیس صابر سپاہی ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے۔ اگر تم میں سے سو ہوں تو ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے، (سورۃ الانفال: آیت 65)۔

شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد کی آیت سے منسوخ ہے۔ بعد کی آیت ہے، الْآنَ خَفَّفَ اللَّـهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّـهِ وَاللَّـهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ،(یعنی اب خدا نے تم سے تخفیف کر دی ہے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ تم میں ضعف ہے لہٰذا تم میں کے اگر سو صابر ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آ جائیں گے، بہ حکمِ خدا۔ جو لوگ صبر کرتے ہیں خدا ان کے ساتھ رہتا ہے) ۔ میرے خیال میں پہلی آیت کے مخاطب وہ لوگ تھے جو فنِ سپہ گری میں ماہر تھے۔ ذاتی شجاعت میں ممتاز تھے۔ دل میں جوشِ ایمان تھا۔ خدا پر اعتماد تھا۔ اور دوسری آیت کے مخاطب ، بعد کے لوگ تھے۔ پہلے لوگوں جیسی خصوصیات ، بعد کے لوگوں میں کہاں تھی۔۔۔! لہٰذا ان کو دہ چند (دس گنا) کی بجائے دوچند (دُگنا) سے لڑنے کا حکم دیا گیا۔ اس آیت

کا دار و مدار، ضعف اور قوت پر ہے۔ اگر اب بھی دس مسلمان مشین گن اور بندوق سے مسلح ہوں اور سو دشمن تلوار اور لٹھ لے کر حملہ کر رہے ہوں تو اس صورت میں مسلمان قوی ہیں۔ ان کو ان سو دشمنوں سے لڑنے سے ہرگز منہ پھیرنا نہ چاہیے۔ سبب کے بدل جانے سے حکم بدل رہا ہے۔ پس ناسخ اور منسوخ کی بحث ہی کب رہتی ہے۔۔؟

(3) انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا، جنگ کو نکل کھڑے ہو خواہ ہلکے پھلکے ہوں یا گراں بار، (سورۃ التوبۃ: آیت 41)۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت، آیت لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ (یعنی نابینا پر کوئی حرج نہیں، اگر وہ جنگ میں حاضر نہ ہوں۔ سورۃ الفتح: آیت 17) اور آیت لَّيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ (یعنی ضعیفوں پر نہیں ہے، کوئی گناہ اگر وہ شریکِ جنگ نہ ہو سکیں۔ سورۃ التوبۃ: آیت 91) سے منسوخ ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مراد "خِفَافًا" سے یہ ہے کہ ضروریاتِ جہاد، مثلاً سواری، خادمین، سامان خورد و نوش کی مقدار کم از کم موجود ہو۔ اور "ثِقَالًا" سے مراد یہ کہ اشیاء وافر ہوں، اب نسخ نہیں رہا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ "انفِرُوا" کے مخاطب عام لوگ ہیں۔ ان سے معذورین مستثنیٰ ہیں۔ اور استثنا، نسخ نہیں ہو سکتا۔

(4) الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ سے اور زانیہ کو نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک سے، اور یہ تو حرام ہے ایمانداروں پر، (سورۃ النور: آیت 3)۔

مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت، سورۃ النور کی آیت 32، وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ (نکاح کرو بے خاوند عورتوں کو) سے منسوخ ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے اس کے ظاہری معنی پر حکم دیا ہے۔ یعنی زناکار عورت سے متقی مرد کا نکاح حرام ہے، حالانکہ زانی یا مشرک اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ مسلم عورت چاہے وہ زانیہ ہی کیوں نہ ہو مشرک اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ فقیر کے خیال میں اس آیت سے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ ظاہر کیا گیا ہے کہ طبعی طور پر بدکار مرد، بدکار عورت ہی کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اگر حکم امتناعی یعنی stay order ہوتا، تو ھیَ ہوتی اور لَا يَنكِحِ، آخر کے جزم کے ساتھ ہوتا۔ مگر قرآن شریف میں تو لَا يَنكِحُ، پیش کے ساتھ آئی ہے۔ علاوہ اس کے جو عورت تائب ہو جائے وہ "كَمَنْ لاَّ ذَنْبَ لَهُ" (ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہ کیا) میں داخل ہو جاتی ہے۔ یوں وہ اس آیت کے مصداق سے نکل جاتی ہے۔

(5) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّـهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ، اے ایماندارو! جب تم سرگوشی کرنا چاہو رسول سے

Sadiqui Publications

تو اس سرگوشی سے پہلے مسلمانوں کی کچھ مالی مدد کرو، خیر خیرات کرو۔ یہ تمھارے حق میں بہتر ہے، پاک تر ہے۔ اگر تم نادار ہو دینے کے لیے کچھ نہیں پاتے تو اللہ، غفور و رحیم ہے،(سورۃ المجادلۃ: آیت 12)۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد کی آیت سے منسوخ ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس آیت سے خیرات کی فرضیت کب نکلتی ہے۔۔۔؟ اس میں تو خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ہے۔ خیریت و طہارتِ صدقہ ناقابلِ نسخ ہے۔ اس میں یہ بھی تو ہے کہ اگر تم نادار ہو تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض نادان اپنی عزت اور بڑائی ثابت کرنے کے لیے آپؐ سے سرگوشی میں بات کیا کرتے جب کہ بات کچھ اہم نہ ہوتی۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ مسلمانوں کی مالی امداد کر کے خود کو پہلے صحیح ہمدرد تو ثابت کرو، پھر پیغمبر سے سرگوشی کا ارادہ کرنا۔۔۔ پیسہ تو ہاتھ سے نکلتا نہیں اور راز کی باتیں پیغمبر کو سنانے کا دعویٰ! بعد کی آیت میں ہے کہ اگر پیسہ خیرات نہیں کرتے تو نماز اور زکوٰۃ وغیرہ جیسے نیک کاموں ہی سے اپنے نیک ہونے کا ثبوت دو پھر کہیں پیغمبر سے سرگوشی کرنا۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ھارونؑ کو فرعون کی تبلیغ کے لیے فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا، نرمی سے گفتگو کرو،(سورۃ طٰہٰ: آیت 44) فرمایا۔ اسی طرح محمد مصطفیٰؐ سے وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، بہترین طریقے سے منکرین کو سمجھاؤ،(سورۃ النحل: آیت 125) فرمایا۔ بعض مفسرین کے پاس آیتِ سیف سے، یہ آیت اور ایسی آیتیں جو دشمنوں سے مراعات اور حسنِ کلام کا درس دیتی ہیں سب منسوخ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان کو خیال کرنا چاہیے کہ جنگ کا وقت اور ہوتا ہے اور تبلیغ و تعلیم کا وقت جدا۔ حسنِ کلام اور حسنِ سلوک کا حکم ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتا۔

اس سے زیادہ ظلم ان مفسرین کے پاس ایک اور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض آیتیں تھیں تو قرآن کی مگر ان کے پڑھنے کا اب حکم نہیں، اور ایسی آیت کو" منسوخ التلاوت "کہتے ہیں۔ جیسے، اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا، یعنی بوڑھا اور بڑھیا زنا کے مرتکب ہوں تو ان کو سنگسار کر دو۔ شادی شدہ کی سنگساری کا حکم پہلے کے مذاہب میں بھی تھا۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ مگر غیر شادی شدہ کے لیے جَلْدَ یعنی دُرّے مارنے کا حکم دیا۔ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي،(سورۃ النور: آیت 2) میں الف اور لام، عہدی (عہدِ خارجی یعنی جو پہلے سے معلوم ہو) ہے۔ اس سے غیر شادی شدہ مراد ہیں۔ ذرا یہ بھی تو غور کرو کہ شیخ کے معنی بوڑھے کے ہیں یا شادی شدہ کے۔۔۔؟ جوان بھی تو شادی شدہ ہو سکتا ہے اور بوڑھا بھی غیر شادی شدہ رہ سکتا ہے۔ پھر شیخ کے معنی شادی شدہ کے لینا زبردستی ہے۔ میں اس کو قرآن پر ظلم سمجھتا ہوں۔

یاد رکھو! قرآن کے غیر محفوظ ہونے کا الزام یہود کے دَسائس یعنی سازشوں سے ہے۔ اس چکر میں بعض سادہ دل علماء آجاتے ہیں۔ قرآن شریف متواتر ہے۔ اس سے ایک لفظ زیادہ نہیں ، ایک لفظ کم نہیں۔ قرآن شریف محفوظ ہے۔ اس متواتر کے مقابلے میں کوئی روایت، کوئی دعویٰ، نا قابلِ اعتناٗ ہے اور کسی بھی توجہ کے لائق نہیں۔ جس کی اللہ خود حفاظت کرے اس میں کسی کی مقدور نہیں کہ کچھ تحریف کر سکے۔

اللہ اِن دَسائس (Intrigues) اور اِن وَساوِس (doubts) سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

{ حوالہ تفسیر صدیقی - پارہ 1 صفحہ 152 تا 155 پارہ 10 صفحہ 24 تا 26 اور مقدمہ صفحہ 42 تا 52}

متفرقات۔ Miscellaneous

صاحبو! لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(1) بزرگوں کو ماننے والے اور (2) نہ ماننے والے

بزرگوں کو ماننا اعتدال سے زیادہ ہو جاتا ہے تو بُت پرستی ہو جاتی ہے اور نہ ماننا اعتدال سے بڑھ جاتا ہے تو لا مذہبی اور بے دینی بن جاتی ہے۔ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی آیت ہم کو اعتدال کی تعلیم دیتی ہے۔

{ حوالہ تفسیر صدیقی - پارہ 30 صفحہ 188 }